Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 36, Sr.No.100, 2015, pp 17 - 30

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۶، جولائی ۔ ستمبر ۲۰۱۵ء، شمارہ ۱۰۰

عبدالاحد آزاد۔ شاعر انقلاب

☆ڈاکٹر نصرت نثار

Abstract:

Abdul Ahad was one of the well known Kashmiri poet. He was pioneer of the modernist movements. He is oftern referred to as John Keats of Kashmir. He was one of the most overly political and nationalist poets in the Kashmiri language. Azad was closely associated with the progressive trend of the Kashmiri nationalist movement in the 1940. He blazed a trail of revolution and social change in Kashmiri poetry and society, So we can say he was a rebel and a reformer at the same time.

کشمیر کی گلپوش وادی کو قدرت نے نہ صرف لامثال حسن سے مالا مال کیا ہے بلکہ اس کی کوکھ نے عظیم عالموں، دانشوروں اور شاعروں کو بھی جنم دیا ہے۔ اگر ہم کشمیر کے نامور شعراء کا ذکر کریں تو عبدالاحد آزاد اسی دور کے صف اول کے شاعروں میں شمار ہوں گے جو اپنی منفرد سوچ کے لحاظ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ عبدالاحد آزاد رانگر (علاقے کا نام) میں 1903 میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت کشمیر میں ڈوگرہ عہد حکومت تھا۔ آزاد کو سمجھنے اور ان کے شعروفکر کی تہہ میں جانے کے لئے ہمارے لیے اس دور کو سمجھنا لازمی ہے۔ جس دور میں آزاد نے آنکھ کھولی یہ وہ زمانہ تھا جب پورا برصغیر انگریزی سامراج کے تحت تھا۔ مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ برطانوی ہند کے مقابلے میں راجواڑوں کے حالات عام طور وادی کشمیر کے اقتصادی اور سماجی حالات خاص طور سے مایوس کن تھے۔ غلام نبی گوہر لکھتے ہیں کہ 1586ء میں مغلوں کے تسخیر کشمیر کے ساتھ ہی کشمیر کی آزادی کا آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ اور کشمیریوں کے اقتصادی استحصال اور بدحالی کی تاریخ شروع ہو چکی تھی۔ مغلوں کے بعد افغانوں

☆ انچارج، شعبہ کشمیریات، اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب لاہور

سکھوں اور ڈوگروں نے بھی قتصادی استحصال کی پالیسی کو قائم رکھا۔جس نے کشمیری عوام اور خصوصاً کشمیری مسلمان کی کمر توڑ ڈالی تھی۔اور کشمیر کے محنت کش طبقہ سو فیصد مسلمان تھے۔اس زمانے میں کشمیر کی اقتصادیات کا انحصار صرف زراعت اور گھریلو صنعت پر تھا۔اور سامراجی حکمرانوں نے دولت کی ہوس میں زمینداروں، شالبافوں کا قافیہ تنگ کر دیا تھا۔ بیگار جیسے ظلم اور ٹیکسوں کی بھرمار نے نہ صرف محنت کش طبقوں کی حوصلہ شکنی کی بلکہ انہیں ترک سکونت پر بھی مجبور کیا۔ (۱)

عبدالاحد آزاد نے چونکہ ڈوگرہ دور کے ایام میں ہی جنم لیا، اور تب برطانوی حکومت کی مداخلت کی بدولت ڈوگروں کے ظلم وستم میں کچھ کمی آئی تھی۔مگر ظلم وستم کی پرچھائیاں اس وقت بھی موجود تھیں۔اور آزاد نے ان تمام ظلم وستم کا نہ صرف مشاہدہ کیا تھا۔ بلکہ بذات خود ایک کشمیری ہونے کے ناطے ان سب حالات کا سامنا کیا اور ان ہی حالات نے ان کے دل میں آتش فشاں کی کفیت پیدا کر دی تھی۔اور شاید ان ہی وجوہات نے آزاد کو ایک باغی، انقلابی شاعر ہونے کا امتیاز فراہم کیا۔

عبدالاحد آزاد کشمیری زبان وادب کے آسمان کا ایک ایسا تابندہ ستارہ ہے۔ جو اپنی زندگی کے نصف النہار سے تھوڑا سا آگے چل کر ہی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا، اور اپنے پیچھے اپنی فنی توانائی اور فکر واحساس کی تمازت کا ایک شعلہ جوالا چھوڑ گیا۔مختصر حیات کے دوران ہی فکر وفن کی بلندیوں تک رسائی حاصل کی اور کشمیری شاعری وادب میں قابل تحسین کارنامے انجام دیئے۔آپ کی شاعری کشمیری زبان میں ایک نئے دور کا تعین کرتی ہے۔

منشور بانہالی لکھتے ہیں:

''آزاد ایک دیدہ آگاہ شاعر ہی نہیں بلکہ کشمیری ثقافت وادب کے ایک بے لوث مربی اور امانت دار بھی ہیں۔آپ کشمیری زبان کی ادبی تاریخ و انتقادیات کے بانی بھی قرار دیئے جاتے ہیں۔اور ایک فطری شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انقلابی اور باغی ذہنیت کے مالک ہیں۔آپ کی شاعری ایک ایسے فکری رویے کا زوردار تسلسل ہے جسے اس زبان میں انقلاب کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔قومی بیداری اور سماجی خوشحالی آپ کی شاعری کے حاوی موضوع ہے۔''

آپ کی شاعری کا بیشتر حصہ قومی اور انقلابی شاعری پر مشتمل ہے۔تیزی سے بدلتے حالات کے آتش فشاں کی حدت اور حرارت محسوس کرتے ہوئے اسے بھڑکانے کی خاطر اپنے انقلابی نغموں سے کام لیتا ہے۔اور کشمیری قوم کو آواز دیتا ہے۔

بندہ گیے راوہ روو زندگیے ہُند حساب
انقلاب اَن انقلاب انقلاب اَن انقلاب
زندگیئے نِش گوناہ بندگیئے ہُند حساب
انقلاب اَن انقلاب انقلاب اَن انقلاب
دین پُنُن زندگی ھرم پُنُن زندگی
زِندہ زُوَن مَرنہ بُرونٹھ موت انان بندگی
گوٗڈ مہِ پریشان دماغ کر مہ پُنُن دل خراب
انقلاب اَن انقلاب انقلاب اَن انقلاب
غور کر اے نوجوان بور پُنُن چھے گوبان
دورِ زمان چھے ہیوان سخت کڈُر امتحان
ہِندرہ ٹلنوالی جاۓ پانہ گتِ مستِ خاب
انقلاب اَن انقلاب انقلاب اَن انقلاب(۳)

1942ء میں آزاد نے اس جمہوری تحریک کے ساتھ رابطہ قائم کیا جو کشمیر کی مکمل آزادی کے لئے برسرپیکار تھی۔اور جس کی راہنمائی کشمیر کے سوشلسٹ حلقے کر رہے تھے۔اس کے بعد وہ اس وقت کے معاشرتی نظام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا رہا اور اس کی نظروں میں مذہب، عقائد اور نظریات کے مقابلے میں صرف ایک انسان مقدم اور مقدس مخلوق کی صورت میں ابھر آیا، اس انسان کی برتری اور بہتری کے نغمے آزاد کے کلام میں ہر جگہ نمایاں طور پر سنائی دیتے ہیں۔(۴)

آزاد خوش قسمت تھے کہ جس صدی میں آنکھ کھولی وہ ہر صورت میں تغیر اور تبدل کی تھی۔ادب

کے لئے سماج اور قوم کا آئینہ دار ہونا لازمی قرار دیا گیا تھا۔ اور اسلوب سے زیادہ ترجیح موضوع مواد، افکار اور نظریات کو دی جا رہی تھی۔ مولانا الطاف حسین حالی نے بغیر مقصد کی شاعری کو" عفونت میں سنڈاس سے بھی بدتر" قرار دیکر ہلچل مچا دی تھی۔ کیونکہ یہ صدی دنیا کی مختلف قوموں کے لئے اپنی تمام ترحشر سامانیوں کے باوجود ایک نئی زندگی کی جوت جگا کر آئی تھی۔ مختلف علاقوں اور ملکوں میں سیاسی بیداری کا شعور پیدا ہونے لگا تھا۔ بیشتر اقوام آزادی کی کرن دیکھنے کے لئے نئے جوش اور جذبے کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑی تھیں۔ جگر مراد آبادی نے اسی پر آشوب دور کے مناسبت سے کہا تھا۔

شاعر نہیں ہے وہ جو غزلخوان ہے آج کل (۵)

علامہ اقبال اور جوش ملیح آبادی جیسے انقلابی شاعروں نے شعر وادب کو حالی کا ہم خیال ثابت کر دیا تھا۔ اور روایت سے دامن بچا کر فکری اعتبار سے بالخصوص علامہ اقبال ے اتنی رفعت پائی تھی کہ دیگر زبانوں کے شعرا پر بھی بہت گہرا اثر ڈالا تھا۔ یہ آزاد کے مزاج کے لئے موزوں تھا۔ ان کی انقلابی شاعری نے آزاد کی کائنات ہی بدل دی۔ نئے ولولوں اور نئی امنگوں نے ان کے دل میں طلاطم پیدا کیا۔ وہ جوان اور بیدار روح تھے۔ ان کو اپنی منزل آسمانوں میں نظر آئی اور کہا۔

میراث چھ آزاد ی پروانہ تہہ آزادی
ادکونہ دلیرن سیئتر آزاد فضا چھاوے(۶)

ترجمہ: آزادی کی میراث آزادی اور پرواز ہے۔ پھر کیوں نہ وہ دلیروں کے ساتھ آزاد فضاء میں اڑان بھرے۔

آزاد جس زمانے میں پلا بڑھا وہ محکومیت کا زمانہ تھا۔ جابر حکمرانوں نے ان لوگوں کو سست اور کاہل بنا دیا جو ہر وقت مصروف عمل رہتے تھے۔ سیاسی استحصال کے زمانے میں اظہار خیال پر سزائیں دی جاتی تھیں۔ مزدور طبقے کی حق تلفی عام تھی۔ ہر طرف زبوں حالی اور مفلوک الحالی کا جال لوگوں کو گرفتار بلا کئے ہوئے تھا۔ اس کے باوجود بھی لوگوں میں اس آفت سے چھٹکارا پانے کا کوئی خیال نہ

تھا۔لیکن آزاد کی طبیعت کو یہ کیا راس آتا۔وہ لوگوں کو بیدار کرانا چاہتے تھے۔انہوں نے کشمیریوں کو ان کا شاندار ماضی یاد دلا کر ان کی غیرت کو اس طرح للکارا ہے۔

اولاد بڈشہن ہیوہ روچھمُت چھُ ییمہِ کو چِھے منز
بوچھہِ ستیِ مران وتن پٹھ تمہِ سُند عیال آسیا
کلہن غنی تہ صرفی ؔ سأراب کرِ ییمہِ آبن
سُے آب سانہِ باپتھ زہرِ ھلال آسیا؟

(سلطان زین العابدین "بڈشاہ" جیسا سپوت جس (سرزمین) کی آغوش میں پلا بڑھا ہو۔ افسوس کیا اس کے عیال کو بھوکوں سڑکوں پر مرنا چاہیئے؟
کلہن ،غنی اور صرفی جیسی ہستیوں کی پیاس جس پانی سے بجھتی ہو اور جس نے انہیں سیراب کیا ہو کیا وہی پانی ہمارے لئے زہر ہلاہل ہو سکتا ہے)۔

اپنی اس انقلابی فکر کو زبان دے کر آزاد نے موت کے سناٹے میں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیا۔وہ برملا اعلان کرتے ہیں۔

سجدہ کمن چھُکھ کران خوفہ کہنذہ چھُکھ مران
لول چھُکھ بأگران ، ٹراند کنین سون جران
آسہ تھند خون سورخ چھِے ژے رگن منز یہ آب
انقلاب اَن انقلاب ، انقلاب اَن انقلاب(۷)

(کن کو سجدہ کرتے ہو۔کن کے خوف سے تم مر رہے ہو۔جن میں پیار محبت بانٹتے ہو،جن کی دہلیز میں سونا جڑتے ہو۔کیا ان کی رگوں میں سرخ خون ہے۔اور تمہاری رگوں میں پانی۔اٹھ انقلاب برپا کر انقلاب،انقلاب!)

تحریک حریت کشمیر سے قبل آزاد نے شاعری شروع کی تھی۔اور تحریک کی ابتداء میں اپنا تخلص آزاد کر لیا۔یہ وہ ایام تھے جب ان کا تبادلہ ایک دور افتادہ گاؤں کے اسکول میں کیا گیا تھا۔اور یہ تبادلہ

معمول نہیں بلکہ سزا کے طور پر تھا۔ تیرہ روپے ماہوار تنخواہ پر کام کرتے رہے۔ اور تمام حیات وہی پر فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آزاد کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ دائم المریض تھے حاکمان وقت کی ریشہ دوانیوں زندگی کی دیگر کٹھنائیوں اور اپنی غیر موجودگی مین انکی زندگی کی واحد خوشی جو تھی وہ بھی قدرت نے چھین لی۔ یعنی اپنے اکلوتے بیٹے کی بے وقت موت۔ اور اسی صدمے نے انکی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ وہ لکھتے ہیں:

''ان ہی ایام میں میرا چار برس کا اکلوتا بیٹا فوت ہوا۔ مصیبت میں خدا زیادہ یاد آتا ہے۔ ترال میں روزانہ صبح کے چار بجے سید علی ہمدانی کی خانقاہ پناہ میں حاضر ہونا میرا معمول رہا۔ ایک دن وہیں بیٹھے آزاد تخلص کرنے کا خیال آیا۔ اور مستقل طور یہی تخلص اختیار کیا۔'' (۸)

ان ایام کی لکھی ہوئی ایک غزل کے مقطع میں اس واقع کی طرف اشارہ بھی ہے:

ترالِٕکی مژرِ جانباز بازنوٲنی ہالہِ ہندِلہٕ پاٛٹھی لاٛنی یے
آزاد وۄننس شاہِ ہمدٲنی ' یِیہ ناچھم مہربٲنی یے

(مقدر نے جانبازؔ کو گیند کی طرح ترال پہنچا دیا۔ اسے یہاں پر بھی کہیں قرار نہیں۔ شاہ ہمدان نے آزاد کہہ کر پکارا۔ وہ (محبوب) آتا تو بڑا کرم ہوتا)

آزاد کے وقت میں عالمی سطح پر سیاسی نوعیت کی انقلابی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی تھیں۔ انقلاب کا عمل اگرچہ مزدوروں اور غریبوں کے ذریعے ہی ظہور پذیر ہوتا ہے لیکن اس کے لئے ایک شعوری قیادت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ انقلاب روس کے بعد ایشیاء اور افریقہ کے کئی ملکوں کو اسی طرح کی قیادت میسر ہوئی۔ روس کے عوامی انقلاب نے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح ادب کو اور بھی متاثر کیا۔ ہندوستان میں بھی اردو ادب اور دیگر زبانوں کے قلمکاروں پر اس کا اثر پڑا اور ان کی تحریروں میں سامراجی حکومت کے خلاف نفرت کے جذبات میں اضافہ ہونے لگا۔ جس کے نتیجے میں آگے چل کر ترقی پسند تحریک کا ظہور عمل میں آیا۔ (۹) انقلاب روس نے تمام دنیا کی آنکھیں کھول دیں، تمام لوگ ترقی پسندی کے گرویدہ ہونے لگے اور ترقی پسند ادب نے جنم لیا اور چکبستؔ، حسرتؔ موہانی، اقبالؔ

اور جوشؔ حب الوطنی اور انسانیت دوستی کو اکثر اپنی شاعری کا موضوع بنائے ہوئے تھے۔

چکبستؔ کی ہوشیاری، حب الوطنی، جذبہ قربانی اور عزم جدو جہد سے لبریز اور پر زور گرجدار آواز محسوس کیجئے۔

اب ہوا س رنگ کا سنیاس یہ ہے دل میں ٹھنی ہو چکی قوم کے ماتم میں بہت سینہ زنی
بیڑیاں پیر میں ہوں اور گلے میں کفنی مادرِ ہند کی تصویر ہو سینے پہ بنی

ہو یہ صورت عیاں عاشق آزادی ہیں
قفل ہے جن کی زبان پر وہ یہ فریادی ہیں

آگے اسی طرح علامہ اقبالؔ کا پُر زور اور مجاہدانہ اور پُر جوش لہجہ دیکھئے۔

کاخِ اُمراء کے درو دیوار ہلا دو اُٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے

علامہ اقبالؔ کے ساتھ ہی حسرتؔ موہانی کی زبان بھی گرجنے لگی۔ چونکہ وہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی رہنما کی حیثیت میں اُبھرے تھے۔ وہ بھی سوویت انقلاب کے استقبال کو نکلے اور کہا:

شاہی بھی رامِ جمہور ہو چکی دستور کے اصول مُسلم ٹھر چکے
معلوم سب کو قوتِ مزدور ہو چکی سرمایہ دار خوف سے لرزاں ہیں کیوں نہ ہوں

اس کے علاوہ جوشؔ نے بھی اشترا کی سماج کا کردار پرکھا اور سرسید کے اصلاحی قدم اور حالیؔ کے خیالات میں جدت نے بھی اس جدوجہد کو ادبی دنیا میں خاص کر اور تیز کر دیا اور یہ آواز عالمی وسعت حاصل کر گئی۔ حالانکہ ۱۹۵۷ء سے ہی ترقی پسندی کے آثار اردو میں نمایاں ہونے لگے تھے اور غالبؔ خود اس کے طرفدار معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں
مانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے

اسی طرح اور بھی کئی تحریکیں اور آوازیں اب ترقی پسندی کے راستے سے اپنی اصل منزل سے ہمکنار ہونا چاہتی تھیں۔ جس کا اثر آہستہ آہستہ کشمیر تک پہنچا اور اس آواز نے یہاں کے اہم ترین شاعر مہجورؔ کو متاثر کر کے کہلوایا:

باغکو رینزل وارِلین گالن بُلبُلہ غم تراو کڈ پکھن واش

بیتہ یور چُونے مذہب پالن سنگر مالن پیؤ پرٔاگاش

"باغوں کے شکاری بازوں (شکاری پرندوں) کو ختم کر دیں گے۔ اے بُلبُل اداسی چھوڑ اور اپنے پر پھیلا۔ آج سے وہ تیرا ہی طریقہ اپنائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں سورج کی روشنی سے چمک اٹھیں۔"

ان ہی حالات اور ماحول میں عبدالاحد آزادؔ (۱۹۰۳ء۔۱۹۴۸ء) نے آنکھ کھولی اور ۱۹۲۳ء کے قریب شاعری شروع کی۔ آزادؔ نے روایتی شاعری پر قلم اٹھاتے ہوئے ہمیشہ جدت اور ترقی پسندی کے جذبے کو اپنایا۔ وہ اپنے ہم وطنوں کو نیند سے بیدار کر کے ہوشیاری اور جدوجہد کے راستے پر چلانا چاہتے تھے۔ پہلے تو وہ جانبازؔ تخلص کرتے تھے مگر جانبازی پر مطمئن نہ رہتے ہوئے آزادؔ تخلص اختیار کیا جو قدامت اور روایت سے ذرا آزاد ہو کر قدم اٹھانے کے مصمم ارادے کا غماز ہے۔ (۱۰)

جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے۔ یہاں سکھوں اور افغانوں کے بہیمانوں مظالم میں کوئی سیاسی قوت ابھر نہ سکی۔ گلاب سنگھ کے وقت میں بھی اس طرح کی قیادت مفقود رہی۔ یہاں تک کہ بیسویں صدی کے چوتھے عشرے میں صدیوں کی غلامی کے بعد ڈوگرہ شاہی کے خلاف بیداری کی چنگاریاں سلگنا شروع ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جب آزاد جوانی کے عالم میں تھے اس حوالے سے منشور بانہالی لکھتے ہیں:

"مہجور اور آزاد ڈوگرہ دور میں شہرت کے پر تول رہے تھے۔ اسی دوران 1931 میں آزاد کو حکومت وقت نے سیاست میں مداخلت کرنے کا ذمہ دار گردانا اور اسی پاداش میں آپ کو اپنے گھر سے دور ترال کے ایک مڈل سکول میں تبادلہ کیا گیا۔ اسی دوران آپ کا اکلوتا بیٹا انتقال کر گیا۔ اور آپ کو بے حد صدمہ پہنچا۔ ابھی تک آپ جانباز کے قلمی نام سے شاعری کرتے تھے۔ اس کے بعد آزاد تخلص

اختیار کیا۔اور یہی تخلص آپ کی مستقل شناخت بن گیا۔اس کے بعد آپکو اہل وطن کی بے بسی کا اور بھی شدت کے ساتھ احساس بڑھنے لگا اور آپ کے کلام میں زیادہ تلخی پیدا ہونے لگی‘‘۔(۱۱)

آزاد نے جس وقت اپنی شاعری کا لوہا منوایا اس وقت کشمیر کی تحریک حریت اپنے شباب پر تھی۔اور رائے عامہ با ضابطہ طور منظّم تھا۔کئی سیاسی تنظیمیں آزادی کی خاطر تگ و دو کر رہی تھی اور کئی اخبارات معرض وجود میں آچکے تھے۔جن میں "ہمدرد" اور "خدمت" قابل ذکر ہیں۔

عبدالاحد آزاد کی شاعری کے تیسرے اور آخری دور کا آغاز 1941ء کے آس پاس ہوا۔ اور 1948ء مین ان کی موت کے ساتھ ہی اختتام پذیر ہوا۔یہی وہ دور تھا جس میں آزاد نے اپنی شاعری تحریک آزادی کے لئے وقف کی اور اپنے انقلابی پیغام کی بدولت نہ صرف شخصی راج کے مظالم کا پردہ چاک کیا بلکہ کشمیریوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور سامراجی طاقتوں کے خالف منظّم ہونے کی تلقین کی۔وہ ایسا نظام چاہتے تھے جہاں انصاف اور انسان دوستی کا بول بالا ہو۔وہ اپنی شاعری میں سامراجی طرز حکومت اور محنت کش طبقوں کی زبوں حالی کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سُر گچھ دودہ کولہ مائنتھ تہ زائنتھ ' وندہ میون چھنہ مشران
ویتھ، ویر ناگس، سندھ ، رنب آرس ، گنگا یہ تہ جمنائے(۱۲)

آزاد کے پاس حریت کا مقصد انقلاب ہی تھا۔انقلاب قلب و ذہن میں عقائد وعمل میں سوچ اور شعور کا اپنی مشہور نظم "دریاو" کے حوالے سے یہ نظریہ یوں ادا کرتا ہے:

جگر چھس سنگرن کتران رفتارس سوگرمی چھم
مدن وارن بدن ناوان اطوارن سونرمی چھم
سیزرتہ لول چھم برٕ برٕ ولن پیچن ورن اندر
یوان چھم زندگی ہُند سوز سفرن منزلین اندر

(چلتا ہوں تو پہاڑوں کے جگر کاٹ کے رکھ دیتا ہوں کہ میری رفتار میں وہ گرمی ہے۔مگر اس میں اطمینان وسکون بھی اس قدر ہے کہ سیمین بدن اپنی عریانی کو میری خو کے پیراہن میں ڈھانپ لیتے ہیں۔سادگی،

خلوص اور محبت میری لچک میں مضمر ہے۔ کیونکہ سوز حیات مجھے سفرِ حیات کے اضطراب میں ہی ملتا ہے۔)

آزاد کا یہ نظریہ تھا کہ غلامی کی زندگی جینا ایک مسلسل اور بڑا عذاب ہے اور اس عذاب سے نجات پانے کی ضمانت انقلاب میں ہے۔ وہ وطن کے لوگوں کو تلقین کرتا ہے کہ اپنے ماضی کو نظر میں رکھ کر غلامی کا داغ مٹانے کے لئے انقلاب لاؤ۔

آزاد نے انقلاب کے نغمے اسی شدت سے گائے کہ صدیوں سے منجمند خون میں حرارت پیدا ہوگئی۔ آزاد کے فکر وفن پر انقلابی شدت اس حد تک حاوی ہے کہ آنجہانی پریم ناتھ بزاز نے بجا طور را سے شاعر انسانیت کے ساتھ علمبردار انقلاب کے لقب سے نوازا ہے۔ آزاد کا تصور انقلاب مولانا رومی کے اس رمز کی بھی ایک تفسیر ہے۔

شیر خدا اور ستم دستانم آرزوست (۱۳)

وہ غلامی سے از حد نفرت کرتے تھے۔ آزادی کے متعلق ان کا احساس رسمی یا سطحی نہیں بلکہ فطری اور حقیقی تھا۔ جس کے نتیجے میں ان کی شاعری عشقیہ مضامین کے کھوکھلے خول میں دھڑکنوں کو اپنی شاعری میں پورے خلوص کے ساتھ ہوتی ہے۔ ان کا یہی احساس اعتماد اور سچائی کے ساتھ اس غزل میں جھلکتا ہے۔

دلک ولولہ راوہ رِاوان غولامی
زِندَ ے موتچ نیندرہ ساوان غلامی
کمن دِلبرن خاک براندن برَن ہنز
اُچھن سُرمہ کِنہ لاگہ ناوان غلامی

ترجمہ: دلوں کا ولولہ غلامی ختم کر دیتی ہے۔ جیتے جی موت کی نیند سلا دیتی ہے۔ غلامی کیسے کیسے دلیروں کو گھر کی دہلیزوں کی خاک آنکھوں میں سرمے کے بدلے لگوا دیتی ہے غلامی آزادی کے لئے جینے مرنے اور قدامت پسندی کے خلاف ٹکر لینے کا تصور کشمیری شاعری میں بالکل نیا تھا۔ آزادی کا یہ

نغمہ جتنا نیا تھا اتنا ہی یہ خیال بھی چونکا دینے والا کہ اس زندگی کو بدلا جا سکتا ہے۔آزاد نے بڑی خود اعتمادی کے ساتھ اسی تصور کو یقینی کہا اور آواز دی۔

قصہ تہ افسانہ پرانِ پنجرہ تہ زولانہ سائی
زَہرہ بھرتھ شاہمار ڈِرینٹھ یوان ننده بائی
پوشہ تھرین کیاہ بکار سازہ گرین ہُند ٹھباب
انقلاب اَن، انقلاب، انقلاب اَن انقلاب(۱۴)

اس ذہنی اور سماجی انقلاب کے لئے اور اپنی تقدیر بدلنے کے اس تصور کے لئے پر پیچ گھاٹیوں اور کھٹن منزلوں سے گزرنے کا احساس ضروری تھا۔کیونکہ ان تصورات کے ساتھ کتنے ہی اندیشے اور وسوسے وابستہ تھے۔اگر چہ زمانے کو بدلنے اور سچی آزادی کا تصور عوام کے فطری میلانات اور رجحانات کے مطابق تھا۔مگر ان خیالات کو دبانے والی قوتیں زیادہ طاقت ور تھیں۔مگر آزاد اپنی قوم کو ان تمام شرارتوں سے دور رکھنا چاہتے تھے۔

بنسی نردوش لکھتے ہیں:

"آزاد کو یقین تھا کہ نصیب کے طلسم کو توڑ کر بے یقینی سے نکل کر آگے بڑھنے اور جدو جہد میں سرگرم ہونے کا فرض نبھانا نوجوانوں کا کام ہے"۔

ان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

ژہ وۏتھ ، روز اِستادہ پنہنن کو ٹھین پیٹھ
پٹُن نیائے پانئے اَنز رنو جوانی
یقین پیدا کر انقلابک قدم تُل
طلسمات و ہمک فوٹرنو جوانو(۱۵)

غرض یہ کہ جس رفتار سے کشمیر جاگ رہا تھا اس سے کہیں زیادہ حرکت اور گرم جوشی آزاد کے کلام میں اجاگر تھی۔شعوری طور پر انہوں نے اپنی شاعری کو سماجی زندگی کا آئینہ دار اور انسانی جدو جہد کا

ہتھیار بنادیا۔اوراپنے ہم وطنوں کے دلوں کوخواب غفلت سے بیدار کرنا چاہتا ہے۔اوران کے ہمت اورحوصلوں کو بڑھانا چاہتا ہے۔وہ ان سے مخاطب ہوکر کہتا ہے:

ہاوطن دار ژہ نیندرِہ گوھکنا بیدار
مال چون ضایہ سپُد زُوتہِ ما گوھی ضایے

تن دار وطن دارہ پُٹن وعدہ وفا کر
ٹُل لولہ قدم سوقہ وتن پان فدا کر

یوان کمزور ڈیشتھ زور والین زور تے ہمت
کران تیزی تہ گرمی شراکھ یپلہِ نرمی دُ چھان مازس

عبدالاحد آزاد نے وقت کی ضرورت کوسمجھ کر ساری قوم کوسرمایہ داری اور دینداری کے دعویداروں کی غلامی اور جبہ سائی سے نجات پانے کے لئے تیار کیااور اپنی شاعری کومقصدیت اور رہنمایانہ کردار کی حامل بنا کراسے طبقاتی شعور سے مالا مال کیا۔اورقدامت،توہمات،غلامانہ ذہنیت، تقدیر کی غلط تشریح اورغیرانسانی احکامات کی تعمیل جیسی آہنی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔اوران سے آزادی پانے کی محتاج تھی۔اورآزادساری قوم کی زبان بن کراپنے لئے ان سے کچھ چاہتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَسی تہِ آزادس یژھ بران آسَو
سَہ بران سائِنس وطنس مامے
یُتھ چھ کانہہ نیَران منز لچھو ساسو
پانہ وائی کا سَو پٹنی نیاے(۱۶)

''ہم بھی آزاد کو دل سے چاہتے رہیں گے کیونکہ وہ ہماری سرزمین اور وطن سے محبت کرتا ہے،ایسا شخص لاکھوں ہزاروں میں ایک ہوتا ہے۔آؤ ہم اپنے باہمی تنازعات اور جھگڑے ختم کر کے

ایک ہو جائیں گے۔"

ایک اور جگہ قوم کی زبان سے کہلواتا ہے:

سحر گے تأثیر زن تقریر آزادُن کران

درد چھا خونِ جگر چھا شعر چھا الہام چھا

"آزؔاد کی تقریر جادو کا سا اثر رکھتی ہے۔کیا یہ بیانِ درد ہے،خون جگر ہے،شعر ہے یا الہام ہے؟"

آزؔاد نے اپنی جو اہمیت بیان کی تھی، وہ اب حقیقی رنگ میں پوری ہو رہی ہے۔آپ کا ایک شعر ہے:

عالم ہا کرِ یاد آزؔاد آزؔاد

اکہ ددہہ وُچھتہ یاد پاوے مدٕہ نو

"ساری دنیا آزاد آزؔاد پکار کر یاد کرے گی۔دیکھنا میرے دوست ایک دن تجھے میں یہ بات یاد دلاؤں گا۔"

Braj. B. Kachru لکھتے ہیں:

Abdul Ahad Azad blazed a trial of revolution and social change in kashmiri poetry. He died very young at the age of 45, but he left a distinct mark on kashmiri literature. He expanded its thermatic range considerably. (17).

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ غلام نبی گوہر، مرحوم آزاد اور تحریک آزادی کشمیر، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر، ص ۱۶۹

۲۔ منشور بانہالی، عبدالاحد آزاد کی شاعری میں وطن پرستی، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر، ص ۳۳۹

۳۔ کلیات آزاد، مرتب یوسف ٹینگ، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر

۴۔ غلام نبی خیال، آزاد۔ پُر آشوب ادوار کا شاعر، ص ۵۴

۵۔ ایضاً

۶۔ ارجن دیو مجبور، مضمون ''ادب اور سماج آزاد کی نظر میں'' رسالہ ''شیرازہ'' آزاد نمبر، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر

۷۔ غلام نبی گوہر مرحوم آزاد اور تحریک آزادی کشمیر، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر، ص

۸۔ آزاد کی ذاتی ڈائری، ''رسالہ شیرازہ''، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر

۹۔ شفیع شوق، کاشر ادبک تواریخ، کشمیری ڈیپارٹمنٹ، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر کشمیر

۱۰۔ منشور بانہالی، عبدالاحد آزاد کی شاعری میں وطن پرستی، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر، ص

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ارجن دیو مجبور، مضمون ''ادب اور سماج آزاد کی نظر میں'' رسالہ ''شیرازہ'' آزاد نمبر، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر۔

۱۳۔ کلیات آزاد، مرتب یوسف ٹینگ، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر

۱۴۔ منشور بانہالی، عبدالاحد آزاد کی شاعری میں وطن پرستی، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر، ص

۱۵۔ کلیات آزاد، مرتب یوسف ٹینگ، جموں اینڈ کشمیر آرٹ اینڈ کلچرل اکیڈمی، سری نگر

۱۶۔ ایضاً

17- Kashmir & Its People By Braj. B. Kachru